گوشۂ ادب

مجلہ رضویہ پچیس سالہ خدمات اور تدوین

ڈاکٹر منظور احمد دکنی

رسالہ یا جریدہ، وہ صحیفہ یا Printing Material کا مجموعہ ہے جس میں مختلف شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے اہلِ قلم کی علمی و ادبی کاوشوں، جذبات واحساسات اور تجربات وخیالات کی عکاسی ملتی ہے مضامین، تخلیقات اور مقالات قاری تک پہنچتے ہیں اور دعوت فکر بھی دیتے ہیں۔ رسائل و جرائد ہماری، حیات کی تاریخ ہوتے ہیں اور ماضی کی داستان بھی مستقبل کا لائحہ عمل بھی ... ۔

اُردو کے رسائل و جرائد کی تاریخ، رول اور خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو خاصی مایوسی ہوتی ہے۔ مگر بہت حد تک اطمینان بھی ہوتا ہے کہ نامساعد حالات میں بھی اردو کے رسائل و جرائد نے اپنا کردار حسن وخوبی نبھاتے ہوئے علم وادب کی آبیاری کی ہے۔ اردو کا ایک عام ادیب، ایک دہا تا نصف صدی، ادب سے جڑا رہتا ہے۔ اس کے باوجود سینکڑوں ادیبوں کی کتابیں منظرِعام پر نہیں آتیں۔ اس طرح کی صورت حال میں رسائل و جرائد ان ادیبوں کی نگارشات کی ترسیل و ابلاغ میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ آج بھی سینکڑوں قلم کاروں کی نگارشات ان رسائل و جرائد میں محفوظ ہیں تاہم ان کی کتابیں ہنوز اشاعت کی منتظر ہیں۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ کئی ایک قلم کاروں کی کتابوں کی اشاعت ان رسائل و جرائد کی مرہون منت ہیں۔ اس اعتبار سے بھی اردو کے رسائل و جرائد کی اہمیت، افادیت اور خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اردو زبان میں صحافت اور ادبی و علمی رسائل کا آغاز انیسویں صدی میں شروع ہوتا ہے۔ ۱۸۴۵ میں سینکڑوں قلمی، ادبی گل دستے شائع ہوئے جن کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان گل دستوں نے مذہبی، علمی و ادبی نگارشات کی عکاسی میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ اس اثناء میں ملک کے گوشے گوشے سے، رسائل و جرائد شائع ہوتے رہے۔ حیدرآباد میں ۱۸۵۵ سے ۱۸۹۹ تک ۱۹ رسائل و جرائد اور ۱۴ گل دستے شائع ہوئے۔ ڈاکٹر مظفر شہ میری نے اپنے مضمون ”دکن میں اردو صحافت کا دستور عمل“ میں لکھا ہے کہ ۱۹۰۰ سے ۱۹۴۴ تک حیدرآباد دکن سے ۱۳۵ رسائل و جرائد اور اخبارات اور چھ (۶) گل دستے شائع ہوئے۔ انہوں نے ان رسالوں کے نام بھی تحریر کیے ہیں۔ ان رسائل اور اخبارات میں رسالہ تاج (۱۹۱۴)، رسالہ اردو (۱۹۲۱)، مجلہ عثمانیہ (۱۹۲۷)، مجلہ مکتبہ (۱۹۲۸)، تاریخ (۱۹۲۹)، رسالہ سب رس (۱۹۳۲)، نیادور (۱۹۴۴)، رسالہ نیازمانہ (۱۹۴۷) وغیرہ شامل ہیں۔

آزادی کے بعد ۱۹۵۰ سے ۱۹۷۵ کے عرصہ کو ہم اردو رسائل و جرائد کا سنہرا دور کہہ سکتے ہیں۔ اس عرصہ میں حیدرآباد سے چار قابل ذکر رسالے شائع ہوئے۔ جن میں صبا، 'پیکر'، 'شعر وحکمت' اور 'شگوفہ' قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے بعد کے ادوار میں بھی مختلف رسالے اور جریدے شائع ہوتے رہے۔ اسی سلسلہ کی کڑی کے طور پر ”مجلہ رضویہ“ کو شامل کیا جاسکتا ہے جو سال نامہ کی شکل میں پچھلی ربع صدی سے علم وادب اور صوفیانہ افکار ونظریات کے فروغ و اشاعت میں سرگرم کردار ادا کررہا ہے۔ اس جریدہ کی اشاعت میں شاہ رضا اکیڈمی اور ان کے سرپرست سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی کی کاوشیں قابلِ مبارک باد ہیں۔ جنھوں نے اپنے اجداد کی صوفیانہ افکار و نظریات کی ترسیل و ابلاغ کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ مادہ پرستانہ ماحول میں صوفیانہ افکار کی نشر واشاعت اور تعلیم و تربیت ہوسکے۔ اس تناظر میں حضرت سید شاہ اسرار حسین کی شخصیت شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے حسین امتزاج کی عمدہ مثال قرار دی جاسکتی ہے جنہوں نے اپنے علم وعمل سے عوام وخواص کو متاثر کیا۔ خانوادہ عالیہ رضویہ کی علمی و صوفیانہ خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا فصیح الدین نظامی لکھتے ہیں:

”مشائخ حیدرآباد کی انفرادی، ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ خانقاہی سطح پر بھی کاروانِ ادب جاری ہے جس کی لائق تقلید مثال خانقاہ عالیہ رضویہ ہے جہاں تین سو سال سے ذکرواذکار، رشد وہدایت کا دیا روشن ہے اور مذہب کے ساتھ ادب کی خدمت بھی جاری ہے۔“

تین صدیوں کی اس مقدس روایت کو قائم ودائم رکھتے ہوئے، اس

خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین نے عرس کی تقریبات کے ساتھ ساتھ علمی و ادبی مذاکرہ کا بھی اہتمام کیا۔ جس میں مختلف علمی، ادبی اور صوفیانہ اہلِ علم و دانش شخصیات کو اس مذاکرہ میں اپنے مقالات پیش کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ پچھلی ربع صدی سے جاری ہے۔ مذاکرہ میں پیش کردہ مقالات اور نعت و منقبت کو کتابی شکل میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی کاوش ۲۲/ جنوری ۱۹۹۰ کی گئی۔ ایک مختصر جریدہ منظرِ عام پر لایا گیا۔ ابتدائی چند سالوں میں یہ جریدہ "تصرفات بعد وصال"، "جاء الحق وزھق الباطل"، "مجموعہ تجلیات"، "آئینہ تصوف"، "پیام تصوف"، "اسلام سائنس اور تصوف"، "اور افکارِ تصوف" وغیرہ ناموں سے شائع ہوتا رہا۔ لیکن جولائی ۲۰۰۵ سے یہ جریدہ "مجلہ رضویہ" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔

مجلہ رضویہ کی اشاعت میں حضرت سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی کی شخصیت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ نہ صرف شاہ رضا اکیڈمی کی پرستی فرماتے ہیں بلکہ اس مجلہ کے نگراں اور مدیرِ اعلیٰ کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک قلم کار کی حیثیت سے نعت و منقبت کے ذریعے ادب و شعر کی خدمات بھی کرتے آرہے ہیں۔ ان کی نعوت و مناقب کے مطالعہ سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ان کی شاعری نہ صرف عشقِ رسول اور عشقِ اولیا کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے بلکہ ان کے یہاں شاعری کے فنی تقاضے بھی تکمیل پاتے ہیں۔ حضرت اسرار حسین قبلہ کی ہمہ جہت اور ہشت پہلو شخصیت پر مولانا فصیح الدین نظامی رقم طراز ہیں:

"ان تمام علمی و ادبی سرگرمیوں کی روحِ رواں حضرت سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی چشتی قادری نظامی شطاری ہیں، جو دکن کے علمی، ادبی، مذہبی، ملی حلقوں میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک اور سراج المشائخ سے مشہور ہیں، آپ کے ہزار ہا مریدین ہندو پاک کے علاوہ امریکہ، کینڈا، سعودی عرب، متحدہ عرب امارت میں موجود ہیں۔ تاحال خدمتِ خلق کا سلسلہ شب و روز جاری ہے۔"

'مجلہ رضویہ' کے ابتدائی ادارتی عملے میں خواجہ اکرام الدین رضوی، سید بشیر احمد حسینی، کے نام اہمیت رکھتے ہیں۔ پھر اس کارواں میں محمد فصیح الدین نظامی شامل ہوئے تو اس مجلہ کی تزئین کاری اور دیدہ زیبی میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ اس مجلہ کی معنوی و صوری حیثیت بھی اعتبار پانے لگی۔ مولانا فصیح الدین نظامی کی علمی و صحافتی خدمات کے بارے میں دنیا واقف ہے کہ وہ جامعہ نظامیہ اور بانی جامعہ نظامیہ ان کے محبوب موضوعات رہے ہیں۔ ان کی بے مثال علمی و ادبی خدمات کے پیشِ نظر عبد المجید افسر نے ان پر تحقیقی کام کرتے ہوئے سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد سے ایم۔فل کی ڈگری حاصل کی۔ مولانا فصیح الدین کی علمی و ادبی وابستگی کے سلسلہ میں عبد المجید افسر نے بڑے پتہ کی بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"رشید احمد صدیقی اردو ادب کے معروف قلم کار ہیں، علی گڑھ یونیورسٹی سے وابستگی کا یہ عالم ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں اپنی مادرِ علمیہ علی گڑھ کا ذکر کر ہی دیتے ہیں۔ گویا علی گڑھ اور اس کی سرگرمیاں اُن کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہیں غالباً اسی وجہ سے یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہے کہ علی گڑھ کو رشید احمد صدیقی سے اور رشید احمد صدیقی کو علی گڑھ سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ ٹھیک یہی صورتِ حال مولانا نظامی پر بھی صادق آتی ہے۔ مولانا نظامی کی ان تمام تصنیفات و تالیفات میں جامعہ نظامیہ اور بانی جامعہ نظامیہ کا تذکرہ اس وابستگی اور پیوستگی کے ساتھ کرتے ہیں کہ ان کا جسم جامعہ نظامیہ کے ساتھ اور روح بانی جامعہ نظامیہ کے ساتھ نظر آتی ہے۔ لہٰذا مولانا نظامی کو جامعہ نظامیہ اور بانی جامعہ نظامیہ کا عاشقِ با مراد کہنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے۔"

مجلہ رضویہ میں علمی و ادبی نگارشات نہایت اہتمام کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس علمی کاروان میں میر کمال الدین علی خاں، ڈاکٹر سید حمید الدین شرفی، مولانا محمد جلال الدین کامل، قاضی محمد سید اعظم علی صوفی، مولانا سید صادق محی الدین، مولانا سید لیاقت حسین رضوی، مولانا ضیا الدین نقش بندی، پروفیسر افضل محمد، پروفیسر عبد الحمید اکبر، پروفیسر مصطفےٰ شریف، پروفیسر یوسف حسینی، پروفیسر مجید بیدار، پروفیسر عقیل ہاشمی، اور مولانا فصیح الدین نظامی وغیرہ یہ وہ چند نام ہیں جو مجلہ رضویہ کے لیے سرمایہ بہاراں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مجلہ رضویہ کے اس پچیس سالہ دور میں ۱۴ شمارے، اور مختلف علمی موضوعات پر پانچ کتابیں شائع ہوئے ہیں۔ یہ ایک عام تاثر ہے کہ مجلہ رضویہ نہ صرف صوفیانہ رجحانات کا نمائندہ رسالہ ہے بلکہ یہ ایک مکمل علمی و ادبی جریدہ بھی ہے، جن میں علمی و ادبی مضامین کے ساتھ ساتھ نعتوں اور منقبتوں کو بھی شامل کیا جاتا رہا ہے۔ اس مجلہ کے چودہ شماروں میں پچاس سے زیادہ مقالات شائع ہوئے ہیں۔ ان مقالہ نگاروں نے اہم موضوعات پر اپنے افکار و نظریات کو پیش کیا۔ بالخصوص، یونیورسٹیوں سے وابستہ افراد نے اپنے مقالات میں زبان و بیان، طریقۂ پیش کش میں تحقیقی و تنقیدی کے اصولوں کو بروے کار لائے ہیں۔ یوں تو بیش تر

مقالے معیار و اعتبار رکھتے ہی ہیں اور کچھ مقالے جیسے اقبال اور تصوف، تعلیمات تصوف اور مثنوی مولانا روم، حضرت امام غزالی اور تصوف، خانقاہی نظام کی ضرورت اور اہمیت، اشاعت اسلام دکن کے صوفیہ کرام وغیرہ تحقیقی و تنقیدی مقالات ہیں۔ یہ مقالے زبان اور طریقہ پیشکش کے لحاظ سے بھی اہلِ علم و دانش کو متاثر کرتے ہیں۔ دیگر مقالوں میں تصوف اور خدمت خلق،، اسلام اور سائنس،، تصوف اور اصلاح، باطن، فتنہ قادیانیت کا سدِباب وغیرہ بھی اہم مقالات میں شمار کیے جاسکتے ہیں۔ فہرست میں شامل اکثر مقالات معاشرے میں پائے جانے والی بے عملی، جہل، غفلت اوپستی کو دور کرنے اور اپنے اسلاف کے کارناموں سے رشنی حاصل کرنے اور صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں خانقاہی نظام اوصوفیانہ افکار کی تجلیات مترشح ہوتی ہیں۔ ان تمام مقالات پر گفتگو کرنے کی بجائے ان کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر ذیل میں صرف مقالات کے اشاریے پر اکتفا کیا جارہا ہے جو حروفِ تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیے گئے ہیں:

سلسلہ نشان	مقالہ نگار	عنوان مقالہ	سنہ اشاعت	صفحہ نمبر
۱	اسلام الدین مجاہد	صوفیہ کرام کی خدمات	۲۰۰۳	۷-۱۳
۲	افضل محمد	اسلام اور سائنس	۲۰۰۳	۴-۶
۳	سلیمان اطہر جاوید	تصوف اور خدمتِ خلق	۲۰۰۸	۸-۱۷
۴	سید بدیع الدین صابری	اسلام، روحانیت اور صوفیہ کرام کی تعلیمات	۲۰۰۱	۱۹-۲۷
۵	سید شاہ حمید الدین شرفی	تصرفات بعد وفات (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	۱۹۹۰	۴۸-۵۶
۶	سید شاہ صادق محی الدین	خانقاہی نظام کی ضرورت واہمیت	۲۰۰۴	۱۴-۲۵
۷	سید شاہ لیاقت حسین رضوی	فضیلتِ علم وعلماء کرام (قرآن وحدیث کے تناظر میں)	۲۰۰۱	۳۶-۳۹
۸	ایضاً	چہار سیر چودہ خانوادے	۲۰۰۹	۵۴-۵۹
۹	سید شاہ رؤف علی قادری	قادیانیت، حقیقت یا جماعت	۲۰۱۰	۳۹-۵۳
۱۰	سید شاہ یوسف حسینی کامل	صوفیہ کرام کی ادبی خدمات	۲۰۱۱	۳۳-۴۴
۱۱	سید ضیاالدین نقش بندی	پردہ: تقدس کا ضامن	۲۰۱۱	۴۵-۶۳
۱۲	سید عبدالرشید قادری	عرس وزیارت احکام وآداب	۲۰۰۷	۶-۱۳
۱۳	سید عبدالقادر حسینی قادری	وجد کی حقیقت	۱۹۹۷	۱۱-۲۷
۱۴	سید علیم اشرف جائسی	تصوف کا منبع وماخذ	۲۰۰۹	۱۳-۳۶
۱۵	سید عبدالرؤف اشرفی	اہلِ بیت اطہار کی روایاتِ حدیث (محدثین اہلِ سنت کی کتب میں)	۲۰۱۰	۲۳-۳۸
۱۶	سید محمود پاشاہ قادری	عشقِ رسول ہی اصلِ ایماں ہے	۱۹۹۷	۵۰-۶۲
۱۷	سید محمد قبول بادشاہ شطاری	علم لدنی کیا ہے	۱۹۹۷	۱-۱۰
۱۸	ایضاً	حقیقت بیعت اور مقامِ شیخ	۲۰۰۲	۱۰-۲۰
۱۹	سید ندیم اللہ حسنی الحسینی	روح تصوف	۲۰۰۱	۷-۱۱
۲۰	سید ہاشم پاشاہ قادری	سلاسلِ تصوف: تعارف وخدمات	۲۰۱۲	۱۸-۳۰
۲۱	عقیل ہاشمی	احکامِ شرع کی حکمتیں	۲۰۰۲	۴-۹
۲۲	ایضاً	قرآن وتصوف	۲۰۰۲	۲۱-۲۷
۲۳	قاضی اعظم علی صوفی	اہلِ سنت وجماعت کی حقانیت	۱۹۹۶	۱-۲۵
۲۴	اایضاً	کرامات اولیاءاللہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	۱۹۹۷	۲۸-۳۸

۲۵	ایضًا	کیادین، تصوف اور طریقت میں کوئی فرق ہے	۲۰۰۴	۵–۱۳
۲۶	مجید بیدار	فروغ تعلیم کے لئے دکنی صوفیہ کرام کے رویے	۲۰۱۰	۱۱–۱۵
۲۷	محمد افضل الدین جنیدی	عہدِ آصف جاہی کے منتخب شعراء تصوف	۲۰۰۹	۴۲–۵۳
۲۸	محمد بشیر احمد	اصلاح، معاشرہ کے چند پہلو	۲۰۰۷	۳۲–۴۰
۲۹	محمد جلال الدین کامل حسامی	تصرفات بعد وفات (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	۱۹۹۰	۱۰–۴۷
۳۰	محمد عارف الدین شاہ فاروقی	حضرت محمود بحری اور ان کی مثنوی من لگن	۲۰۱۰	۵–۱۰
۳۱	محمد عبدالحمید اکبر	عصرِ حاضر میں خانقاہی تعلیمات کی ضرورت واہمیت	۲۰۰۱	۲۸–۳۵
۳۲	ایضًا	تصوف اور رہبانیت	۲۰۰۲	۲۸–۳۵
۳۳	ایضًا	اقبال او تصور مومن	۲۰۰۴	۴۶–۵۶
۳۴	ایضًا	اقبال اور تصوف	۲۰۰۵	۵–۱۰
۳۵	ایضًا	تعلیماتِ تصوف اور مثنوی مولاناروم	۲۰۰۷	۶–۱۳
۳۶	ایضًا	اشاعت اسلام میں دکن کے صوفیہ کرام حصہ	۲۰۰۹	۷–۱۲
۳۷	ایضًا	تذکرہ حضرت سید شاہ رضا رضوی المدنی	۲۰۰۹	۳۷–۴۱
۳۸	ایضًا	کشف المحجوب: اک مطالعہ	۲۰۱۰	۱۶–۲۲
۳۹	ایضًا	حضرت امام غزالی اور تصوف	۲۰۱۱	۲۱–۳۲
۴۰	ایضًا	تصوف: مقصد اور منہاج	۲۰۱۲	۱۱–۱۵
۴۱	محمد فصیح الدین نظامی	تصوف قرآن وحدیث کی روشنی میں	۲۰۰۲	۳۶–۴۰
۴۲	ایضا	تصوف اور اصلاح باطن	۲۰۰۳	۱۴–۲۴
۴۳	ایضا	غنیۃ الطالبین تصوف کا ایک اہم ماخذ	۲۰۰۴	۲۶–۴۵
۴۴	ایضًا	مشائخ حیدرآباد کی ادبی خدمات	۲۰۰۵	۱۱–۱
۴۵	ایضًا	خانقاہ رضویہ کی ادبی خدمات	۲۰۰۷	۴۱–۶۲
۴۶	ایضًا	فتنہ قادیانیت کا سدِباب	۲۰۰۸	۲۸–۳۴
۴۷	ایضًا	فخر المحدثین علامہ سید حسن الزماں الفاطمی: حیات وخدمات	۲۰۱۰	۵۴–۶۱
۴۸	ایضًا	سلوک	۲۰۱۱	۶۴–۷۰
۴۹	ایضًا	تصوف اور شیوۂ تسلیم ورضا	۲۰۱۲	۳۱–۳۵
۵۰	محمد مصطفی شریف	ہندوستان میں صوفیہ کرام کی خدمات	۲۰۰۱	۱۲–۱۸
۵۱	میر کمال الدین علی خاں	تصرفاتِ اولیا بعد وصال (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	۱۹۹۰	۵۷–۶۷
۵۲	ایضًا	مقاماتِ اولیا	۱۹۹۷	۳۹–۴۹

غرض مجلہ رضویہ نے معاصرانہ صحافت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے جریدے کے ذریعے بنیادی سطح پر عوام کے درمیان اپنے عقائد ونظریات کے فروغ واشاعت، مسلکی افکار کی ترویج، اور صوفی مشرب معاشرے کی تشکیل اور علمی وفکری مزاج قائم کرنے میں اہم رول ادا کر رہا ہے اور اہلِ سنت کی علمی و فکری وقار، منہاج اور اعتبار کی بازیابی کے لئے نہ صرف کوشاں ہے بلکہ ان خدمات پر بفضلہ تعالیٰ شاداں وفرحاں بھی ہے۔ بہرکیف "مجلہ رضویہ" صوفیانہ افکار واقدار اور اخلاق وکردار کی گویا ایک کائنات تخلیق کر رہا ہے جس کے لئے مدیرِ اعلیٰ حضرت سید شاہ اسرار حسین رضوی المدنی قبلہ، مدیرِ مکرم حضرت مولانا محمد فصیح الدین نظامی اور مولانا سید شاہ لیاقت حسین رضوی المدنی اور ان کے دیگر معاونین قابلِ مبارک باد ہیں۔ {☆}